بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

پہلے تو امریکہ اپنے سیاسی، معاشی، ڈپلومیٹک اور سٹریٹیجک مفاد حاصل کرنے کے لیے ہمارے حکمرانوں کے ساتھ چوری چھپے سرگوشیاں کر کے کام چلا لیتا تھا۔ اس طرح امریکہ کی مطلب برآری بھی ہو جاتی تھی اور قوم بھی مطمئن رہتی تھی کہ ہم آزاد اور خود مختار ہیں۔

ہاں کچھ تاریخی مواقع ایسے آئے کہ امریکہ کی پاکستان دوستی کے پردۂ فریب کو زمانے کے حوادث کی ہوا اِس بُری طرح اُلٹ دیتی کہ سٹیج ڈرامے کے پیچھے ہدایت کاری کی مسند پہ امریکہ جلوہ گر دکھائی دیتا اور کئی ہستیاں چلمیں بھر رہی ہوتیں۔ وہی ہستیاں جو اسٹیج پر بادشاہ یا وزیرِاعظم یا صدر یا کسی اور منصب پر بار بار اپنی کرشمہ کاریاں دکھانے آتیں اور نعرے لگواتیں، آزادی زندہ باد! پاکستان زندہ باد! امریکی پاکستانی دوستی زندہ باد!

ایک موقع تو خان لیاقت علی خاں مرحوم کے عہد میں ایسا آیا کہ غلّے کی ذرا سی امداد دے کر اُونٹوں کی گردنوں میں بورڈ لٹکوا کر یہ اعلان کیا یا کرایا گیا کہ "امریکہ تیرا شکریہ!"۔ اُس وقت سے لے کر اب تک "امریکہ تیرا شکریہ" کی گونج روز بہ روز بڑھتی جاتی ہے۔ شکریہ! شکریہ! "شکریہ یورپ"[1] سے بھی بڑھ کر شکریہ۔

---

[1] مشہور نظم از آغا حشر کاشمیری۔

پھر ۱۹۵۰ء میں امریکہ نے پاکستان (یا بھارت پر) کرم فرمانے کے لیے یہ تجویز اچھال دی کہ کشمیر کو دو حصوں میں تقسیم کر دینا چاہیے۔ اور جنگ بندی لائن ہی خطِ تقسیم ہو، اور جموں و کشمیر وادی کا علاقہ بھارت کو دے دیا جائے اور آزاد کشمیر کا جو علاقہ پاکستان کے پاس ہے وہ اسے دے دیا جائے۔ اس طرح سارا جھگڑا ختم ہو جائے گا اور دونوں حکومتیں دوستانہ تعلقات کی فضا میں خوب معاشی اور سائنسی اور ٹیکنیکل اور صنعتی ترقی باہم تعاون سے کریں گی۔ اس کا جواب دینے کے لیے پاکستان میں چوہدری محمد علی اور مولانا مودودیؒ نے مل کر ایک بڑی کشمیر کانفرنس منعقد کی جس نے امریکی شوشے (رفیلر) کے غبارے سے ساری ہوا نکال دی۔ دوبارہ امریکہ نے تقسیم کشمیر کا وہ فارمولا پھر کبھی نہ پیش کیا۔ اگرچہ وہ ایک خناس کی طرح اس کے ذہن میں خوب گہرا گڑا ہوا آج بھی موجود ہے، اور اسے ذرا سا موقع ملے تو وہ آج بھی اس پر عمل کرا دے۔

ذرا غور کیجیے کہ جو حضرت اقوام متحدہ کے قطب الاقطاب بنے پھرتے ہیں، وہ خود اپنی پاس کردہ قراردادوں کو فراموش کر کے اور کشمیری قوم کے بہت بڑے انسانی حق ___ حق خود اختیاری ___ کو پامال کر کے فرماتے ہیں کہ اس خوبصورت غزالِ تتاری کے چھری لے کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں۔ ایک کو بھارت چٹ کر جائے اور دوسرے کو پاکستان کے سپرد کر دیا جائے۔ یہ تو وہی مقدمہ ہوا کہ دو عورتیں ایک بچے کے متعلق دعویٰ لے کے آئیں کہ ہر ایک کہتی کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ تب قاضی نے حقیقت معلوم کرنے کے لیے کہا کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں اور ایک "ب" کو اور دوسرا "ت" کو دے دیا جائے۔ اس پر جو سگی ماں تھی وہ تڑپ اُٹھی کہ نہیں نہیں، بچہ کو صحیح سالم زندہ رہنے دیا جائے، جب کہ جعلی ماں نے کہا کہ مجھے منظور ہے کہ اس کے دو ٹکڑے بانٹ دیئے جائیں۔ چنانچہ بھارت اس پر تیار تھا کہ ٹھیک ہے، ہمارے جج امریکہ بہادر دو ٹکڑے کر دیں۔ امریکہ بہادر نے تو خود ہی یہ تجویز رکھی تھی۔ مگر سگی ماں نہیں مان کے دی۔

پھر ایک بڑا ٹسٹ معرکۂ ستمبر ۶۵ء کا سامنے آیا ؟ امریکہ نے بڑا کرم یہ کیا کہ دونوں طرف کی مالی اور اسلحی امداد بند۔ بظاہر غیر جانب داری ، مگر اندر اندر کیا ہو چکا تھا اور کیا ہوتا رہا ، یہ تو امریکہ ہی کو معلوم ہے ۔ پھر ہمیں یہ یاد ہے کہ امریکہ ہی نے ضمانت دی تھی کہ پاکستان اگر کشمیر پر حملہ آور ہوتا ہے تو بھارت قطعی طور پر پاکستان کی بین الاقوامی سرحد پار نہیں کرے گا ۔ مگر اس نے فوراً سرحد کا احترام ختم کر دیا ۔ پھر امریکہ کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ بھارت کی اس جارحیت پر گرفت کرے ۔ متنازعہ علاقہ (جس میں استصوابِ عوام کی قرارداد اقوامِ متحدہ میں پاس ہو چکی تھی) اور ایک بین الاقوامی سرحد رکھنے والا پاکستان یکساں قرار پائے ۔۔ کیا یہاں کوئی شائبۂ دوستی تو کجا ، کوئی تہمتِ انصاف رکھنے کی بھی گنجائش امریکہ کے حق میں پاکستان کے پاس ہے ۔ پھر دوستی کا مظاہرہ ہوا تو یہ کہ بھارت کی تحریک پر جنگ بندی کا فیصلہ ہو گیا ۔ دوست صاحب نے دونوں پہلوانوں کو "مقابرہ" دیا اور کہا کہ اچھے ہمسائے لڑا نہیں کرسکتے ۔ جاؤ جنگ کے ہتھیار رکھ کر آپس میں تجارت اور ثقافت وغیرہ کا تبادلہ کرو ۔ کرنے کا اصل کام تو یہ ہے ۔ تم خواہ مخواہ کشمیر کے پیچھے پڑے ہو ۔ اور پھر جنگ کی مسل داخل دفتر کرکے امریکہ نے ہمیں تاشقند بھجوا کر روس کے چارج میں دے دیا کہ رہی سہی کسر تم پوری کردو۔

پھر ۷۰ء کے انتخابات کا مرحلہ آیا ۔ امریکہ کے استادانِ فن نے پیپلز پارٹی کو جھنڈے اور ڈنڈے کے نئے فن سکھائے ۔ غنڈے اور مسٹنڈے جمع کرکے ان کو سیاسی کارکنوں میں بدلوایا ، کون کہہ سکتا ہے کہ بیچ میں سی آئی اے کی نفری کتنی کام کرتی رہی ۔ لوگ نیا سوانگ دیکھ کر حیران رہ گئے ، بلکہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ۔ دکانداروں کو جھنڈا مفت ملتا ۔ اور اسے دکان پر لگانے اور اس کی حفاظت کرنے کے لیے ۵ ، دس روپے انعام بھی ملتا ۔ جدھر دیکھو ، جھنڈے ہی جھنڈے ۔ اور جدھر دیکھو ، بسوں کی چھتوں تک لدے ہوئے نئی شان کے ورکر ، ٹیپیں بجاتے اور نعرے لگاتے ہوئے ، بلکہ تالیاں بجاتے اور اُچھلتے

ہوئے۔ اور منشور یہ کہ رکشہ والوں سے کہا کہ رکشہ تمہارے ہوں گے، کرایہ داروں سے کہا کہ مکان تمہارے ہوں گے، کاشت کاروں سے کہا کہ زمینیں تمہاری ہوں گی، بس ہر شخص قارون کا خزانہ لٹاتا پھر رہا تھا۔ اَن پڑھ قوم، اس کی دبی ہوئی تمناؤں نے کونپلیں نکالیں اور پودے بن گئے۔ اور پھول کھل اُٹھے۔

اِس ڈرامے کے پیچھے بھی امریکہ کا ہاتھ تھا کہ کوئی شخص جرأت سے اس قوم کو دُنیا پرستی اور لادینیت کی طرف موڑ دے۔ وہ شخص جو بھی نوجوان اور جذبات کے تاروں کو چھیڑنے کا ماہر، عوامی تقریروں میں جادو جگانے کا استاد اور ذہین اور قابل لوگوں کو عہدوں اور مفاد کے حوالے سے اپنے گرد جمع کرنے کا فن کار۔

امریکہ کا یہ دوستانہ کرم ۱۹۷۱ء میں یوں نمودار ہوا کہ امریکہ کے خاص الخاص کارندے بھارت میں (اور بنگلہ دیش اور خود مغربی پاکستان میں بھی) اس کام کا آغاز کر رہے تھے کہ بنگلہ دیش کو پاکستان سے الگ کرانا ہے۔ چنانچہ شیخ مجیب کو خاص درسِ سیاست دیا گیا اور دلوایا گیا، روپیہ، اسلحہ اور وقت پڑنے پر فوجی امداد کا وعدہ کیا گیا۔ اُدھر سے چھ نکات نمودار ہوئے، اِدھر سے ایک جادو کی تلوار "اُدھر تم، اِدھر ہم" حرکت میں آئی اور پاکستان کا وجود دو ٹکڑے ہوگیا۔ امریکی ذہن کے مطابق مغربی جرائد نے سُرخی لگائی کہ "پاکستان کو قطع و برید کرکے اس کا سائز درست کر دیا گیا"۔ بھارت کی اندرا پکاریں کہ ہم نے نظریۂ پاکستان کو خلیج بنگال میں ڈبو کر، مسلمانوں سے ایک ہزار سال کا بدلہ لے لیا ہے۔ یعنی اصل قضیّہ بنگلہ دیشیوں کا اپنا نہ تھا، بلکہ ایک تو بھارتی مہارانی کو ہندوستان پر مسلمانوں کی حکمرانی کا بدلہ لینا تھا اور دوسرے مغربی ذہن کو پاکستان کا سائز ذرا گھٹانا تھا۔ ذریعہ بنے بنگلہ دیش کے لوگ۔ ایک طرف سمجھ دار اور سازشی جو ہندو تھے اور دوسری طرف بھولے بھالے نمازی مسلمان، مچھیرے اور ناریل کے پیڑوں، بید اور گھاس کی صنعتوں اور جیوٹ ملوں کی مزدوری پر گذارا کرنے والے — جو سیاست لو کیا،

تعلیم سے بھی عاری عوام۔ اس خوفناک ڈرامے کو امریکہ دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہا۔
اس نے بھارت کے تربیتی کیمپوں کا کوئی نوٹس نہیں لیا، اس نے روپیہ اور اسلحہ کی
بنگلہ دیش میں ترسیل کا قصہ کبھی نہیں اُٹھایا، اس نے بھارت کی فوجی مداخلت کو کبھی
ایک ناقابلِ برداشت اقدام نہیں سمجھا۔ آج تو پاکستان پر ہزار بار الزام لگائے
جاتے ہیں کہ پہلے سکھوں کی تربیت کے کیمپ پاکستان میں تھے اور اب کشمیریوں کے
لیے کیمپ بن گئے ہیں۔ دونوں کو مالی اور سلاحی مدد دینے کے الزامات امریکہ ہمارے
خلاف دوہراتا رہا۔ لیکن بنگلہ دیش کے طوفانِ علیحدگی کے وقت یہ ساری باتیں
اُسے بھارت کے متعلق یاد نہ آئیں۔ امریکہ کی عدالت سے مجرم ہمیشہ پاکستان قرار
پاتا ہے اور بھارت بری الذمہ رہتا ہے، بلکہ کبھی کبھی عدالت کا نائب یا ناظر بنا
نظر آتا ہے۔ جیسے کہ ایٹمی معاملے میں صورتِ واقعہ ہے۔ بھارت انتہائی ممنوعہ
کارروائی کرے تو حلال اور پاکستان جائز حدود میں بھی ترقی کرے تو حرام —
اور ساتھ ہی حقہ پانی بند![1]

بھارتی فوج نے حملہ کر کے جب باقی فوج کو کچلنا چاہا تو اُس زمانے میں امریکہ اپنا
ساتواں بحری بیڑا مشرقی پاکستان کے قریب لے آیا اور اس سلسلے میں کوئی بیان
نہیں دیا۔ درمیانی کارندوں نے بات اُڑا دی کہ یہ بیڑا پاکستان کی مدد کے لیے
آیا ہے۔ مگر وہ تو اتنا بھی نہ کر سکا کہ موت سے بچانے کے لیے کچھ مسلمانوں کو جہازوں
میں جگہ دے دیتا۔

ایسی رہی ہے امریکہ کی دوستی پاکستان کے ساتھ!

امریکہ یہ سارا تماشا دیکھتا رہا کہ پاکستان کے تمام فوجیوں اور سول ملازموں
کو قیدی بنا کر بھارت میں لے جایا گیا۔ اور مختلف کیمپوں میں پھیلا دیا گیا۔ اِس پر

---

[1] حالیہ خبر ہے کہ بُش صاحب کانگریس کے سامنے ایٹمی مسئلے میں صفائی
نہیں دے سکیں گے، لہٰذا امداد دیں بند۔ (اب حالات ایک نئی کروٹ لے رہے ہیں)

کوئی آواز امریکہ نے پاکستان کی ہمدردی میں بلند نہ کی۔ کیونکہ بھارت کی طرح امریکہ کی ترچھی نظر بھی پاکستانی افواج پر لگی ہوئی تھی۔ یہ فوج دُنیا کے معاندینِ اسلام کی آنکھوں میں سخت کھٹک رہی ہے اور وہ اس کو تکلیف میں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ مگر خدا اس کا محافظ ہے۔

پھر امریکہ کی مسلط کردہ حکومت کے لیڈر اور اس کی پارٹی کی ظالمانہ اور احمقانہ حرکات حد سے گذر گئیں ـــ خصوصاً الیکشن ۱۹۷۷ء میں جب بھٹو صاحب نے ناجائز مداخلتوں اور بدعنوانیوں کے حربوں کے کمالات آخری حد تک دکھا دیئے اور وہ جگہ جگہ بے نقاب ہو گئے تو اسلامی جمہوری قومی اتحاد کی پکار پر ایجی ٹیشن شروع ہوا اور لوگ ہتھیلیوں پہ سر رکھ کر میدان میں نکل آئے۔ نوجوان، وکلاء، سیاسی اکابر، علماء، خواتین، مزدور سارے ہی عناصر لاٹھی، گولی کی سرکار کے خاتمے کے لیے جبر وظلم کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔

وہ دَور، مارشل لا میں اس وجہ سے بدلا کہ فریقین میں گفت وشنید کا جو لمبا سلسلہ چلا وہ ۴، ۵ رجولائی کی درمیانی رات کو اس حالت میں ناکامی پر ختم ہوا کہ بھٹو اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے واضح اشارہ دے دیا گیا تھا کہ چند ہزار آدمیوں کو راستے سے ہٹا دیا جائے اور اس کے لیے ایف ایس ایف کی عسکری تنظیم کے قیام کے علاوہ ایک مسلح غنڈہ گروہ نے لاہور میں مظاہرہ کر کے دکھا دیا تھا کہ کیا کچھ ہو سکتا ہے۔ پس اب حالات ایسے مرحلے پہ آ گئے کہ آیا بھٹو گورنمنٹ کو اس کی من مانی کرنے دی جائے یا ملک کو خون خرابے سے بچایا جائے۔ اس سوال نے مارشل لا کے علاوہ کوئی راستہ نہ چھوڑا ۔ اور اس سوال کا جواب اسی فیصلہ کُن رات کو دیا جا سکتا تھا جس کے متعلق اپوزیشن لیڈر رہی نہیں، گلی گلی میں عوام یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ رات سُرخ اندھیروں کو مسلط کر دے گی۔

مارشل لا کو کوئی اچھا کہے یا بُرا، یہ ایسے لمحات کی تاریخی ضرورت بن جاتا ہے، جب حکمران قوت اور اپوزیشن کے لیڈر کام چلانے کا کوئی متفقہ فارمولا تیار کرنے

میں یکسر ناکام ہو جائیں۔ ایسے لاینحل سیاسی بحران اپنا جواب فوری طور پر مانگتے ہیں۔ آپ ان کو دو ماہ بعد کی تاریخ نہیں دے سکتے۔ ایسے موقعوں پہ یا تو بیرونی قوتیں اتنی مداخلت کرتی ہیں کہ وہی حکمران بن جاتی ہیں۔ یا اندرونِ ملک سے فوج کی غیر سیاسی قوت اُٹھ کر تصادم کرنے والی سیاسی قوتوں سے معاشرہ کو تحفظ دلاتی ہے۔ سیاسی قیادت کا کامل ویکیوم جب پیدا ہو جائے تو قوموں کو یا تو بیرونی طاقتوں کو قبول کرنا پڑتا ہے یا اپنے اندر سے فوجی تسلط کو۔ اب بجائے اس کے کہ ویکیوم پیدا کرنے والے نااہل سیاست کاروں پہ الزام رکھا جائے، الزام فوجی مداخلت کاروں پر رکھا جاتا ہے، جو ایسے وقت میں آتے ہیں جب واحد انہی کی قوت بچاؤ کا ذریعہ رہ جاتی ہے۔ مارشل لا اگر جرم تھا تو اس کے اصل مجرم حکمران اور اپوزیشن کے سیاست کار تھے اور پھر سیاست کار ہی مارشل لا پر لعن طعن کرتے ہیں۔

غیر مضبوط دور کی مصیبتوں نے اگر ہمیں مارشل لا تک پہنچایا تو یہ سب امریکہ کی عنایات کا نتیجہ تھا۔ وہ عام طور پر جمہوریت کے قصیدے پڑھتے ہوئے مارشل لا کو اس لیے پسند کرتا ہے کہ اس کے لیے ایک آدمی کو مسخر کر کے اپنی مقاصد برآری آسان ہو جاتی ہے۔ مگر امریکہ کو ضیاء کے دور کا بڑا تلخ تجربہ یہ ہوا کہ یہ فوجی حکمران تو کسی دیانت دار، مقبول عوام جمہوری لیڈر سے بھی زیادہ سخت مزاحم قوت نکلا۔ سو اس کے پورے عرصے میں امریکہ نے دم نہیں مارا۔ البتہ اُسے راستے سے ہٹانے کے لیے روس، امریکہ، بھارت، ذوالفقار فورس، قادیانی، بعض "دوسرے" مخالف عناصر میں سے نہ جانے کس کس نے مل کر سازش کی اور اُسے ہوائی جہاز میں تخریب کاری کا نشکار بنا دیا۔ ایسی کارروائی دراصل مخالفینِ ضیاء کا، اعترافِ شکست ہے، کہ وہ زندگی میں اس کی راہوں اور رویوں پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ سیاسی قتل مقاتلے کا یہ نظام جن قسائیوں کے ہاتھوں چل رہا ہے، وہی ہمارے چوہدری ہیں۔

کاش کہ جمہوریت کا کوئی بھی طرز ہمیں ویسا دوسرا مضبوط اور دیانت دار آدمی فراہم کر کے دے سکتا۔

میں نہ مارشل لا کے حق میں بات کر رہا ہوں، نہ کسی کی شخصی آمریت کی حمایت میں - میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر کام کا آدمی مارشل لا کے ٹینک پر سوار ہو کر آجائے، یا شخصی اختیارات کے گھوڑے پر، لیکن اگر وہ نہ مارشل لا والا ڈکٹیٹر ثابت ہو، نہ عوام کی مرضیات اور ضروریات کو تمسخر سے پامال کرتا ہوا آگے بڑھے اور نہ اسلام سے مذاق کرے، لیکن قوم کی غیرت و خودی کا بیرونی "لاٹ صاحبوں" سے بچاؤ کر سکے تو وہ غلامانہ طرز جمہوریت کی ایسی ناہنجار اولاد سے بہتر ہے کہ جو گھر کی کنجیاں دوسروں کے حوالے کر دے - ہمارا علاج نہ لادین جمہوریت میں ہے، نہ مارشل لا میں، بلکہ کسی مردِ حق اندیش کے جلو میں جادۂ صدق و عدل پر خودی کا جھنڈا لے بڑھنے میں ہے - کاش کہ جمہوریت ایسا آدمی دے سکے، مگر جمہوریت بھی تو سچی خدا پرستانہ جمہوریت ہو! ایسا ہو گا تو مطلوبہ زعیم بھی نمودار ہو جائے گا - ورنہ مروجہ اندھی جمہوریت میں ہر نباشِ اول کے بعد کوئی نہ کوئی نباشِ ثانی نمودار ہوتا رہے گا۔

ضیا اور اس کے قریبی ساتھیوں نے تاریخ میں ایک اعلیٰ مقام اس بنا پر حاصل کیا کہ اس نے پاکستان میں بیٹھ کر کسی ظاہری مداخلت کے بغیر افغانستان کے معرکۂ جہاد کو گرم رکھا - اور اس جرم کی وجہ سے پہلے وہ روس کا معتوب بنا، پھر امریکہ نے بھی دراس رشتہ داری کی وجہ سے جو باوجود تنازعات سپر پاورز کو آپس میں ہوتی ہیں) ضیا کو آنکھیں دکھلانے کی کوشش کی، مگر وہ آنکھیں کوئی جادو نہ کر سکیں - بلکہ دل میں یہ عندیہ رکھنے کے باوجود کہ افغانستان میں فنڈامنٹلسٹ گروہ کو حکومت قائم نہ ہو، مجاہدین و مہاجرین کی امداد کرنے پر مجبور ہو گیا - لیکن آخر دم تک اس موقع کی تلاش میں رہا کہ کب وہ جہاد افغانستان پر ایسا وار کرے کہ اسلامی حکومت کا خواب پریشان ہو جائے - یہ زریں موقع اس وقت پیدا ہوا جب روس نے اپنی فوجیں واپس بلالیں - اب بحث پیدا ہو گئی کہ جو عبوری حکومت مجاہدین کی بنے، وہ کس ڈھب کی ہو - اس پر جگہ جگہ بحثیں ہوئیں، جمہوریت بحال ہو چکی تھی، جونیجو صاحب وزیر اعظم تھے - اور ہر موقع سے فائدہ اٹھا کر یہ مظاہرہ کرنے میں لگے تھے کہ میں

"آل اِن آل" ہوں۔ یعنی امریکہ نے ضیا کا پتا کاٹنے کے لیے ضیا ہی کے اپنے پتے کو کارآمد پایا۔ اور جینوا میں وسیع البنیاد حکومت بنانے کے فیصلے نے مجاہدین کے لیے اپنی عبوری اسلامی حکومت کے قیام کا اعلان کرنے کا دروازہ بند کر دیا۔ ورنہ اگر ان کی حکومت قائم ہو جاتی۔ اور اسے پہلے پاکستان اور پھر متعدد دوسرے ممالک تسلیم کر لیتے، اور (اگر امریکہ منہ موڑ بھی لیتا تو) اِدھر اُدھر سے امداد لے کر نئی حکومت کابل کو فتح کرنے کے لیے جہاد کی سرگرمیوں کو تیز کر دیتی تو تاریخ کا نقشہ دوسرا ہوتا۔ لیکن یہی وہ موقع ہے جب امریکہ جیسی تیز طرار سامراجی قوت نے سارا کھیل درہم برہم کر دیا۔ اور مجاہدین میں اختلافات پیدا کرنے کے لیے اپنے آدمی اُتار دیئے۔ حتیٰ کہ آغا خاں جیسے لوگ افغانیوں کے مشیر اور ذریعہ امداد بنے۔ بس اس واقعہ سے صدر ضیاء کو شکست ہو گئی۔ پورا جہاد اسلامی کا کھیت جسے افغانیوں نے اپنے خون سے سیراب کیا تھا، اُس پر کوئی پھل نہ آسکا۔ پھل کو تو امریکی حکمتِ عملی کی سُنڈیاں چٹ کر گئیں۔ کیا امریکہ کے اس کارنامے کو کوئی پٹھان اور کوئی مسلمان فراموش کر سکتا ہے؟ اور کیا کوئی فرشتہ یا اسلحہ دے کر امریکہ اپنے دامن سے اس گناہ کا داغ دھو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ اگر بھلا بھی دے تو ہر مسلمان اسے یاد رکھے گا۔

اسے دراصل کابوس بن کر یہ خطرہ ستا رہا تھا کہ ایران شیعہ فنڈا منٹلسٹوں کے پاس چلا گیا، اب افغانستان سنّی فنڈا منٹلسٹوں کے ہاتھ میں جا رہا ہے تو پھر وہ اپنی ملحدانہ تہذیب اور رندانہ ثقافتی یلغار کے لیے جنوبی ایشیا کے مفید ترین اڈے یعنی پاکستان کو کس طرح بچا سکے گا۔ پھر آگے کشمیر ہے، اوپر وسط ایشیا کی مسلم ریاستیں ہیں۔ پھر تو مسلم قوت ہر طرف سے اُمڈ پڑے گی۔

لہٰذا اس نے اس سلسلۂ عمل کو تباہ کر دیا، جو افغانستان میں نئی تاریخ کی تعمیر کے لیے ہو رہا تھا۔ اور نتیجۃً مسلم بیداری کی جو لہر یہاں سے ہر طرف پھیلنے والی تھی اس کا سدِباب کر دیا۔ مگر سدِباب صرف جینوا کے فیصلے سے نہ ہو سکتا تھا بلکہ وہ تو صدر ضیاء کو راستے سے ہٹانے سے ہو سکتا تھا، جو اسمبلیوں کو توڑ کر ایک بار

پھر ہمہ مقتدر بنا ہوا تھا - مگر افسوس کہ اس مرحلے میں ضیاء دل شکستہ تھا۔

ملّاں تو دُنیا کی کئی طاقتوں نے جو پاکستان کے اقتدار پر خفیہ ریموٹ کنٹرول چاہتی تھیں، سازش کر کے ایک ایسے مردِ توانا کو جو تمام سازشوں کے لیئے مزاحم بن گیا تھا موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا - پھر اُس کی لاش پر لا دین جمہوریت کا قصر امریکہ نے کھڑا کیا اور اپنی لاڈلی گُل بکاؤلی کو مسندِ حکومت پر بٹھایا - اُسے قومی قیادت کے گھوڑے پر رکاب تھام کر سوار کرایا - یہ سارا مجرمانہ کھیل ایسا ہے کہ جس میں امریکہ چیف پارٹنر ہے - پھر اسرائیل ہے، پھر انڈیا ہے، پھر کابل حکومت ہے، پھر ذوالفقار ہے - آخر اس کھیل کی حقیقت کو دیکھنے، سمجھنے اور جاننے والے کتنے ہی دانشور ہوں گے جو آج اگر چپ ہیں تو کل ساری کہانی سامنے لے آئیں گے - ایک وقت آسکتا ہے کہ:

پردہ اُٹھا دوں اگر چہرۂ اسرار سے[1]
لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب

ہم مسلمان تو اس حقیقت کو اور طرح بھی لیتے ہیں کہ دو فرشتے ہر آدمی کے ساتھ دن رات مامور ہیں - اور لمحہ لمحہ کے لفظ، حرکات، ملاقاتیں، سرگوشیاں، جذبوں اور چور جذبوں کا اظہار، ہر اقدام، ہر نزاع، ہر منصوبہ سازی، کسی طرح کے واقعات پر مسرت اور کسی صورتِ حالات پر غم —— ہر چیز کا ایسا ریکارڈ تیار کر رہے ہیں، جیسے کوئی وڈیو فلم بن رہی ہو - اس وڈیو کا کچھ حصہ پردۂ تاریخ پر آجاتا ہے (یعنی ٹریلر) اور باقی پوری فلم تمام بنی نوع انسان کے اجتماع کے سامنے حشر کی اوپن ائیر تماشا گاہ میں دکھائی جائے گی -

غیر امریکہ اگر ویت نام کا تجربہ بھول گیا ہو تو کوئی بات نہیں، ایران میں کتنا یہ آبِ رکنا باد و گلگشتِ مصلیٰ کے ماحول میں بالفاظِ حافظ جو "تلخ وش" امام خمینی کے خمِ انقلاب سے پیالوں میں انڈیلی گئی تو اس کے ہر قطرے کے کڑ دمی ڈنگ کو

[1] مصرعہ اولیٰ کا ایک لفظ دانستہ تبدیل کیا ہے!

امریکہ نے کس بُری طرح سہا ، وہ تو یاد ہوگا بلکہ یاد رہے گا ۔ امریکہ شاہ کو علاقے بھر کا چوہدری بنا رہا ۔ اور یکایک ایک فنڈا منٹلسٹ اُٹھا اور اُس نے بساط اس طرح اُلٹی کہ نہ شاہ کا پتہ چلا اور نہ شاہ نوازوں اور شاہ سازوں کا ، نہ فیلوں اور آسپوں کا اور نہ رخوں ، ماہ رخوں اور پیادوں کا ! ایرانی انقلاب نے امریکہ کو ناکوں چنے چبوا دیئے ۔ مگر افسوس کہ اس سپر پاور کے سرپر پر غرور میں کسی درسِ عبرت کو قبول کرنے کا راستہ ہی نہیں ہے ۔

امریکہ کو یہ یاد رکھنا چاہیے اور ہم بھی بہ ہمیشہ یاد رکھیں گے کہ انتخاب ۸۹ء میں اس کی حکومت اور اس کے گماشتوں اور سی آئی اے اور یہودی فرم کے کارپرداز مارک سیگل نے ، نیز بھارتی خفیہ مداخلتوں نے شہزادی صاحبہ کو پاکستان کے کروڑوں عوام پر ڈرامائی طریقوں اور پروپیگنڈے کی ساحری اور مغرب میں حامیانہ لابی پیدا کر کے مسلط کیا ہے ۔ مارک سیگل سے بے نظیر کا معاملہ ہی اسی غرض سے ہوا دیا کرایا گیا) تھا کہ اسرائیلی اور بھارتی لابی شہزادی صاحبہ کے لیے کام کریں ۔ اِس خدمت کا معاوضہ ۳ لاکھ ۶۰ ہزار ڈالر سالانہ ، ۷۰ ہزار ماہانہ طے پایا ۔ نیز ۱۵ ہزار کا ایک زائد بل ادا کیا گیا ۔ یعنی امریکہ خود تو جو کچھ کر رہا تھا وہ اپنی جگہ رہا یہ پہلا موقع ہے کہ یہودی قوت کو پاکستان کے اُمور سے کھُلی کھُلی واقفیت اور مداخلت کا موقع دیا گیا ۔

پاکستان کے مستقل شیعہ شاہی خاندان کی شہزادی صاحبہ کو راج پاٹ دلوانے کے لیے اتنا زور جن اغراض کے لیے لگایا گیا ۔ ہماری رائے میں وہ کم سے کم یہ ہیں :

۱ ۔ پاکستان کے تمام اسرار و رموز سے لمحہ بہ لمحہ آگاہی رہے گی ۔

۲ ۔ لادین جمہوریت کو فروغ دے کر ان دینی رجحانات کا زور توڑا جائے گا جو دستور اور قانون اور سیاست میں گھُستے چلے آ رہے ہیں ۔

۳ ۔ مشنری سرگرمیوں اور انگریزی زدہ اسکولوں کے ذریعے محدود و بے جان مذہبیت

ملحدانہ تہذیبی شعور، فاسقانہ معاشرت اور رندانہ ثقافت کو فروغ دلوا کر ظہورِ اسلام کے امکانات کے تمام راستوں کو بند کر دیا جاسکے گا۔

۴۔ شریعت، شریعت بل، شریعت کے فوجداری قوانین اور سزاؤں وغیرہ پر ایسی ملحدانہ اور منکرانہ بحثیں چھیڑوائی جائیں گی کہ قرآن وحدیث کا احترام ہی نہیں رہے گا۔ اور دستور میں خدا کی حاکمیت کے جو الفاظ داخل ہو گئے ہیں، ان میں معنی کبھی پیدا نہ ہوسکیں گے۔ یعنی حاکمیتِ الٰہیہ کے تقاضے کے طور پر قانونِ الٰہیہ نافذ نہ ہو سکے گا۔

۵۔ خود ایک عورت کو پاکستان جیسے مسلم معاشرے پر ٹھونس کر "عورت بگاڑ" تحریک کی مہم کو تیزی سے آگے بڑھایا جائے گا جو اسلامی معاشرت میں ایک دراڑ پیدا کرتی ہے۔

۶۔ ذرائع ابلاغ اور ثقافتی اداروں (خصوصاً سرکاری گرانٹ پانے والے) اور مختلف معاشرتی اور قومی تقریبوں کے موقعوں پر رقص وموسیقی کے طوفان اُٹھانے کے ساتھ شراب کے بھی دریا بہائے جاسکیں گے۔ ان طریقوں سے عوام کے جذبۂ اسلامی کو کچل جائے گا۔

۷۔ وزارت داخلہ، وزارتِ خزانہ، وزارت خارجہ (اور جہاں تک ممکن ہوا وزارتِ دفاع میں امریکہ ہدایت کارانہ پوزیشن حاصل کرسکے گا۔

۸۔ ایک نہایت ہی خفیہ پروگرام یہ ہے کہ پاکستان کی فوج جو دنیا میں اوّل درجے کی فوج ہے اس کا پہلے تو امیج خراب کرانے کے لیے اس کے خلاف حملہ آورانہ بحثیں اور کردارکشی کا پروپیگنڈا کیا جائے، نیز بھارت کی پشت پناہی کر کے پاکستانی فوج کو جگہ جگہ اُلجھایا جائے تاکہ جہاں جہاں کوئی کمزوری یا خرابی ملے، اس کو اچھالا جائے۔ جیسے سیاچن میں ایک محاذ کھل گیا ہے۔ امریکہ نے کوئی آواز بھارت کی اس ناجائز کارروائی پر نہیں اُٹھائی کیونکہ وہ ہمارا دوست ہے۔ اسی طرح کشمیر کی کنٹرول لائن سے وقتاً فوقتاً کبھی کبھار ہماری فوج پر اور کبھی نہتی شہری آبادی پر گولہ باری کر کے لوگوں کو موت کے حوالے کیا جاتا ہے۔ اس جارحیت پر امریکہ اور مغرب کی حکومتیں یا اخبارات کچھ نہیں کہتے، صرف خبریں اور تصویریں اپنی مقررہ

پالیسی کے مطابق دیتے رہتے ہیں۔

۹۔ یہ بات بھی امریکہ کے پروگرام میں شامل ہے کہ کسی نہ کسی طرح پاکستان کو بھارت کے سامنے دبو بنانا ہے اور بھارت کے ذریعے بھٹو صاحب کے ایک معاہدے کے تحت ثقافتی یلغاریں کراتے رہنا ہے۔

۱۰۔ ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اپنی پسند کے حکمران کے ذریعے بیوروکریسی پر قابو حاصل کیا جائے۔ خصوصاً ایک نکتہ تو یہ اہم ہے کہ ایسے نالائق لوگوں کو اہمیت دے کر آگے لایا جائے یا نئے سرے سے بھرتی کیا جائے جو حکمران کے واسطے سے ہز ماسٹرز وائس سے ہدایت اخذ کریں۔ بلکہ انتخابات میں بھی ایسے لوگوں کو آگے لانے میں مدد دی جائے جو امریکی پروگرام کے مطابق مفید ثابت ہوسکیں۔ دوسرے مزاج کے افسروں کو ریٹائر کیا جائے یا لمبی چھٹی پر بھیجا جائے یا استعفیٰ طلب کر لیا جائے یا او، ایس، ڈی بنا کے لگا دیا جائے۔ جیسے آپ ایک اعلیٰ درجے کے ڈاکٹر کو حکم دیں کہ وہ مچھروں کی اقسام اور ان کے پروں پر دس سال میں کیمیاوی اور بیالوجیکل تحقیقات کر کے اپنی رپورٹ پیش کریں۔ رپورٹوں کا ہمارے پاس بڑا وسیع اور محفوظ خزانہ ہے، اس میں ڈاکٹر کی رپورٹ بھی ڈال دی جائے گی۔ سو سال بعد کوئی حکمران تعمیری مزاج کا آئے گا تو وہ اس خزانے سے موتی ہیرے تلاش کرائے گا۔

۱۱۔ پاکستان میں روس کی کے جی بی، کابل کی خاد، انڈیا کی را کے ساتھ امریکہ کی سی آئی اے سے جاسوسی بھی کرائی جاتی رہے اور احکام اور ریلوں اور سرکلروں وغیرہ کی کاپیاں بھی حاصل کی جاتی رہیں۔ پاکستان کے ایک فائیل کا پیٹ امریکہ میں بھولتا جائے اور وہاں یہ تک معلوم ہو کہ کس بیری کے درخت پر کتنے پتے ہیں۔

یہ چیزیں سپر پاورز یا سامراجی قوتیں، خصوصاً ساہوکارانہ دبدبے کے بل پر دوسری حکومتوں کی ساورینٹی پر سواری کرنے کا شوق رکھنے والی ریاستیں معمولاً کرتی تو ہر جگہ ہیں، مگر بڑی احتیاط سے۔ تاکہ بائیں ہاتھ کے کرتب کا پتہ دائیں ہاتھ

کو نہ پل سکے ۔ لیکن یہاں تو دونوں ہاتھوں سے تالی کھُلم کھُلا بجائی جا رہی ہے۔

ہمارے ساتھ ظلم یہ ہو رہا ہے کہ ہماری ساورینیٹی کو بے باکی سے پامال کر کے دُنیا کی ایک طاقت یہ کہتی ہے کہ چونکہ تم ہم سے اسلحہ اور قرضہ لیتے ہو لہٰذا احتساب کے عمل سے فلاں کو مت گذارو، احتساب کرنا ہی ہے تو ۱۹۸۵ء سے کرو، فلاں کے اقتدار تک پہنچنے کا راستہ مت روکو، جمہوریت کے شیشۂ نازک کو کہیں بال نہ آنے دو، بھارت کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے کی بھی جرأت نہ کرو، وہ طاقت ہمارے انتخابی عمل کا جائزہ لینے کے لیے آدمی بھجوا چکی ہے، اور شاید ہماری پوری نگرانی کرنا چاہتی ہے۔

یعنی ساورینیٹی کے اُوپر ایک اور ساورینیٹی یا سکھوں کے لطیفوں کی روشنی میں ایک کاٹھی ڈالنے کے بعد اس پر ایک اور کاٹھی۔

نہیں تو کُٹّی!

یعنی دوستی کی شرط یہ ہے کہ ہمیں روایتی پیر تسمہ پا کی طرح اپنے کندھوں پر سوار کر لو۔ نظام وہ چلاؤ جس کی منظوری ہم دیں۔ احتساب کے چکر سے ہمارے کسی دیوانے یا کسی دیوانی کو نہ گذارو کہ اس کا دامن یا آنچل اُلجھ جائے اور وہ انتخاب سے محروم ہو جائے۔

کبھی یہ حکم کہ یونیورسٹیوں اور کالجوں کو نیشنلائزیشن اور سنٹرلائزیشن سے نجات دے کر تعلیم کو آزاد کر دیا جائے۔ کبھی یہ فرمان کہ فلاں فلاں چیزوں پر اتنے اتنے ٹیکس لگائے جائیں۔ اور بجٹ اس اس طرح کا بنایا جائے۔ ایک طرف یہاں کا امریکی سفارت خانہ، دوسری طرف امریکہ سے آنے والے سینیٹروں کے وفود، تیسری طرف خود امریکہ کے قصرِ اسپید سے بھی اور سینیٹروں کی طرف سے بھی جاری ہونے والے بیانات اور مشورے اور چوتھی طرف امریکہ اور یہودی اخبارات و مجلات میں ہدایات بنام پاکستان۔ اور پانچویں طرف ورلڈ بنک اور انٹرنیشنل ڈیویلپمنٹ بنک کے ناز نخرے! آخر یہ سلسلہ کیا ہے؟ کیا ہم غلام ہیں؟

کیا ہمیں قرضے اور اسلحہ دے کر ان کے بدلے میں ہماری آزادی اور عزت اور خودداری کو خرید لیا گیا ہے؟ کیا یہ قدیم ساہوکاروں کا سا کوئی جال ہے؟

کیا پاکستان امریکہ کی نوآبادی ہے؟

کیوں ایسے طریقے اختیار کیے جاتے ہیں کہ کچھ اثر صدر صاحب پر بھی پڑے، کچھ غیر شعوری طور پر عدالتوں پر پڑے، کچھ فوجی سربراہ اور افسروں پر پڑے، کچھ مختلف سیاسی گروہوں اور لیڈروں پر پڑے۔

اس طرح کی مداخلت ہو رہی ہو تو گویا ہماری ساورینٹی کو دیمک لگ گئی۔

براہِ کرم اس سلسلے کو بند کیا جائے!

اور اب تو انڈیا کی سازشی مہارت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صدام کو سازشی مہرہ بنا کر اسرائیل کو بچانے کے لیے نسبتاً جمہوری اور فلاحی ریاست کویت کو قربانی کا بکرا بنا دیا گیا تاکہ وہ تمام اسلامی سرگرمیاں بند ہو جائیں جن کا سرچشمہ قوت کویت میں تھا۔ آگے پروگرام یہ ہے کہ سعودی عرب کے خرچ پر امریکی بیڑے اور مغربی اقوام عالمِ اسلام کے قلب میں جمع ہو کر ایک تو تیل پر جبری قبضہ کریں، دوسرے مسلمانوں پر نظر رکھیں کہ کہیں سے فنڈامنٹلزم سر نہ اٹھانے پائے۔

مسلمان یہ سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہا ہے اور اگر اس کی خاموشی کا طوفان اُٹھ پڑا تو سارے بیڑے غرق ہو جائیں گے۔